رسول شاہد و مشہود

(۸)

(از جناب قاری بشیر الدین صاحب پنڈت ایم، اے)

زیر نظر مضمون "رسول شاہد و مشہود" میں اب تک یہودی، عیسائی، پارسی اور ہندو بھائیوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی تھی مقالہ کے اس حصہ میں سکھ بھائیوں کو دعوتِ فکر دی جا رہی ہے۔

تمہید — امابعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام انبیاء کرام، وخشور اور رشیوں منیوں سے از آدم تا حضرت عیسیٰ علیہم السلام روز ازل جو عہد لیا تھا کہ وہ جب دنیا میں تشریف لائیں تو تم ان پر ایمان لانا اور آن کی مدد کرنا اس عہد کو ان تمام واجب التعظیم اور واجب الاحترام برگزیدہ ہستیوں نے کس طرح پورا کیا اس کا اندازہ آپ کو اس ناچیز کی تازہ تالیف "شاہد و مشہود" سے ہو سکتا ہے۔ آج کی صحبت میں عرض کرنا یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد بھی جو بزرگ خدا رسیدہ اور صاحبِ کرامات ہوئے ہیں ان سب کے مدارج علیاء پر فائز ہونے کا راز آنحضور کی رسالت کا اقرار اور آپ کی ہدایات پر عمل کرنے میں مضمر ہے اس لئے کہ بقول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

یعنی آنحضور کی اتباع کے بغیر کوئی بھی منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا۔ مرحوم و مغفور الحاج

حضرت مولانا عبدالحامد صاحب قادری البدایونی ثم کراچوی نے بالکل صحیح فرمایا ہے ؎

نبیؐ کو جہاں میں یہ عزت ملی ہے نبیؐ کے لئے ساری دنیا بنی ہے
یہ سب گل ہیں گلزارِ طیبہ کے حامد کوئی سنجری ہے کوئی قادری ہے

بالفاظ دیگر پاور ہاؤس مدینہ منورہ میں تا قیام قیامت قائم کر دیا گیا ہے، وہیں سے کرنٹ دوڑ رہا ہے اور تمام دنیا کے بلب اور راڈ حسبِ استطاعت اسی سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ البتہ آسانی کی غرض سے جا بجا "سب اسٹیشن" (Sub - Station) قائم ہیں کہیں قادری و سہروردی کے نام سے، کہیں چشتی، نظامی و صابری کے نام سے اور کہیں نقشبندی و مجددی اور دوسرے ناموں سے، ننکانہ صاحب کا "سب اسٹیشن" بھی منجملہ ان میں سے ایک ہے یہ میرا یقین ہے جیسا کہ سطور ذیل سے ظاہر ہوگا۔ یہ دوسری بات ہے کہ امتداد زمانہ نے اس کی اصلی ہیئت و حیثیت کو کچھ اس طرح بدل دیا ہے کہ اصل حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہوگئی جو مذہب کے نام پر سیاسی کھیل کے مرہونِ منت ہے جیسا کہ صاحب "تحفۃ الہند" کا خیال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شری گرونانک جی کی جماعت جو خدا پرستوں کی جماعت تھی اصل راستہ سے دور جا پڑی۔ کاش کہ ہمارے سکھ بھائی سنجیدگی کے ساتھ اس حقیقت پر غور کریں اور بابا نانک جی کی تعلیمات کو اپنا کر اُن کے رنگ میں رنگ جائیں کہ جو سراپا اللہ اور اس کے رسول کے عشق و محبت کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔

پیدائش و بچپن کا حال بابا گرونانک جی تلونڈی (ننکانہ صاحب) کے ایک کھتری گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام مہتہ کالوچند اور ماتا جی کا نام شریمتی ترپتا جی تھا۔ ۱۵ راپریل ۱۴۶۹ء تاریخ پیدائش ہے اور تاریخ وفات ۲۲ ستمبر ۱۵۳۹ء یعنی ۷۰ سال ۵ ماہ اور سات دن اس دنیائے فانی میں گذار کر حیاتِ جاودانی حاصل کی۔ بچپن ہی سے طبیعت کا ایک نرالا انداز تھا۔ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل کود، دھینگا مشتی و شرارت کی بجائے سب سے الگ تھلگ اور خاموش رہتے تھے۔ فکر اور طلب حق کا مادہ شروع ہی سے پایا جاتا تھا۔ بزرگوں

اور نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا اور یاد الٰہی میں وقت گذارنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کی محبت الٰہی اور ذکر اللہ میں محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والد بزرگوار نے جب آپ کو تجارت کے لئے کچھ رقم دی اور آپ کو سفر پر روانہ کیا کہ کچھ نفع کما کر لائیں تو راستہ میں اتفاق سے چوڑکانہ مقام پر آپ کی ملاقات چند فاقہ کش درویشوں سے ہوئی۔ معاً دل میں خیال آیا کہ یہ میرے معشوق حقیقی کے بندے ہو کر بھوکے کیسے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا مولیٰ مجھ سے سوال کر بیٹھے کہ اے نانک! تجھے میرے کچھ بھوکے بندے بھی ملے تھے تو کیا اس محبت کا جو میری تیرے دل میں ہے یہ تقاضا نہ تھا کہ تو میرے بھوکے انسانوں کی بھوک دور کرنے کی خاطر دنیاوی تجارتوں کی قربانی میرے حضور میں پیش کرتا؟ اسی تصور کا یہ نتیجہ تھا جو تاریخ میں "سچا سودا" کہلاتا ہے۔ آپ نے اپنی تجارتی رقم سے ان فاقہ کش درویشوں کی خورد ونوش کا انتظام کیا اور خالی ہاتھ گھر لوٹ آئے لیکن محبت الٰہی کی حقیقی دولت سے مالا مال ہو کر اور پرسکون قلب کے ساتھ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ کا عملی نمونہ بن کر[1]۔ آپ کے والد بزرگوار مہتہ کالوجی نے جن کی نظر میں مادی منفعت ہی نفع کا سودا ہو سکتی تھی آپ کو خالی ہاتھ دیکھ کر غصہ کا اظہار کیا اور سختی سے پیش آئے تو اس پر تلونڈی کے نواب رائے بلار نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا اور شری کالوجی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"جب تک نانک بچہ ہے تب تک اس کی خدمت ہم کریں گے ..... اس کا خرچ بھی (اپنی تنخواہ کے ساتھ ساتھ) ہم سے لے لیا کرو۔ جتنا روپیہ تیرے گھر کا نانک نے ضائع کیا ہے وہ بھی ہم سے لے لو۔"

(بحوالہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۷)

---

[1] قلوب کے اطمینان کا حقیقی ذریعہ تو ذکر الٰہی ہی ہے۔ اس کے متعلق گرونانک جی کے تصورات کے لئے ملاحظہ ہوں۔ سری راگ محلہ ۱، بسنت محلہ ۱، وار سارنگ محلہ ۱، آسا محلہ ۱ وغیرہ وغیرہ۔

مختصراً یہ کہ بچپن ہی سے آپ پر عشق الہیٰ کا جو جذبہ طاری تھا اس کو صاحب نظر ہی پہچان سکتا تھا ورنہ عوام تو اسے خلل دماغ پر محمول کرتے تھے ۔ چنانچہ لوگوں کے کہنے سننے سے مہتہ کالو جی نے کسی وئید کو بلا کر دکھایا تو عشق الہیٰ کے اس متوالے نے وئید کو مخاطب کر کے کہا :

ے وئید بلایا وئید گی پکڑ ڈھنڈولے بانہہ
بھولا وئید نہ جانئی کرک کرتیجے مانہہ

یعنی طبیب کو علاج کے لئے بلایا گیا ہے جو نبض کو ٹٹول کر مرض تلاش کرنا چاہتا ہے مگر یہ سادہ لوح طبیب کیا جانے کہ کلیجہ میں عشق حقیقی کا درد ہے جس سے یہ دنیادار طبیب ناآشنا ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے جو دورانِ ملازمت سلطان پور میں نواب دولت خاں لودھی کے مودی خانہ سے متعلق ہے ۔ ایک مرتبہ غلہ وزن کر کے لوگوں کو دے رہے تھے اور ہر تول پر حسب معمول اس کا شمار یاد رکھنے کے لئے بلند آواز سے ایک ہی ایک، دوئی دو وغیرہ بھی کہتے جاتے تھے ۔ جب تیرہ عدد کا نمبر آیا تو اس عدد سے آپ پر خدائی عشق و محبت کا ایسا غلبہ ہوا کہ ہر اگلی تول پر زبان سے بس "تیرا ہے تیرا" نکلتا تھا یہاں تک کہ پورا ڈھیر تول کر ختم کر دیا ۔ اس عالمِ جذب یا عالمِ محویت میں جو مزہ گرو جی کو آیا وہ صرف اہل دل سمجھ سکتے ہیں ۔ مطلب یہ تھا کہ اے خدا میں بھی تیرا ہوں یہ غلہ بھی تیرا ہے اور اس کا لینے والا یہ غریب انسان بھی تیرا ہی بندہ ہے اس لئے اس کی یاد میں ایسے مگن ہوئے کہ اگلا عدد ہی بھول گئے ۔ اس واقعہ کے بعد ملازمت ترک کر دی ۔

ابتدائی تعلیم و تربیت ۷ سال کی عمر میں پنڈت گوپال سے ہندی پڑھنا شروع کی اور تین سال تک ہندی ہی سیکھتے رہے چونکہ ذہین و محنتی تھے اس لئے اب ساتھ ساتھ سنسکرت کا سبق بھی ہونے لگا ۔ سنسکرت کے معلم پنڈت برج لعل تھے ۔ غرضیکہ ۱۳ سال کی عمر تک ہندی و سنسکرت کا سلسلہ جاری رہا ۔ اس سلسلے میں مجھے ان لوگوں کی رائے سے قطعی کوئی اتفاق نہیں جو گرو جی کے متعلق یہ

کہتے ہیں کہ ان میں علمیت کچھ بھی نہ تھی وہ وید آدی، شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے... ان گنواروں کے سامنے جنھوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی سنسکرتی ستوتر (گرنتھ صاحب) بنا کر سنسکرت کے پنڈت بھی بن گئے ہوں گے یہ بات اپنی بڑائی، عزت اور شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے۔ ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا... ورنہ گرنتھ صاحب میں ویدوں کی تعریف اور مذمت کا معجون مرکب نہ ہوتا۔ اگر وہ ویدوں کی تعظیم کرتے تو ان کا فرقہ نہ چلتا نہ وہ گرو بن سکتے تھے کیونکہ جب سنسکرت پڑھی ہی نہ تھی تو پھر دوسرے کو پڑھا کر اپنا شاگرد کس طرح بنا سکتے تھے (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش اُردو ترجمہ صـ۳۷۹ تا صـ۳۸۰ بحوالہ نانک شاہ صـ۶۸ و صـ۶۹)

اس کے بعد مولوی قطب الدین صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی۔ مولوی صاحب کی اخلاقی و روحانی تعلیم سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ بچپن میں "سچا سودا" کا واقعہ اسی اخلاقی تعلیم کے زیر اثر تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ آپ کے والد صاحب آپ کی افتادِ طبع سے بہت بیزار و پریشان تھے اس لئے ان کی بہن نانکی جی انھیں اپنے ساتھ سلطان پور لے گئیں۔ جہاں وہ دولت خاں لودھی کے مودی خانہ کے منتظم مقرر ہو گئے۔ دس سال ملازمت کی۔ اٹھائیس سال کی عمر میں "تیرا ہے تیرا" کا واقعہ سرزد ہوا اور آپ نے حالتِ جذب سے مغلوب ہو کر ملازمت ترک کر دی اور ۶ سال تک خانگی زندگی گزاری۔

شادی گرو نانک جی ہندو سنت اور سادھوؤں کی طرح رہبانیت کے قائل نہ تھے۔ سمبت ۱۵۴۲ بعمر ۱۷ سال شری مولچند کی لڑکی شریمتی لکشمی دیوی کے ساتھ شادی ہوئی۔ رائے بولار اور دولت خاں لودھی دونوں نے شادی میں حصہ لیا اور روپیہ پیسہ سے کافی مدد کی۔ شادی نہایت ٹھاٹ باٹ کے ساتھ ہوئی۔ شریمتی لکشمی دیوی سے دو لڑکے تولد ہوئے ایک کا نام سری چند اور دوسرے صاحبزادے کا نام لکشمی چند تھا۔ ۶ سال ملازمت ترک کرنے

کے بعد گھر پر رہے اس کے بعد ۲۴ سال کی عمر میں عوام کی اصلاح و درستی کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور طویل طویل سفر اختیار کئے۔ ان سفروں کو "اُداسیاں" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان سفروں میں "مردانہ رباب" جو مسلمان تھا آپ کا رفیق سفر تھا۔ بالاجی کے متعلق اختلاف ہے جس کو دوسرا ساتھی بتایا جاتا ہے[1]۔

سیر و سیاحت

۲۴ سال کی عمر میں سیاحت شروع کی۔ پہلے دورہ میں کورکشیتر، کرنال، پانی پت، دہلی، متھرا اور نانک متا ضلع نینی تال (جہاں آجکل نانک ساگر بن گیا ہے) کی سیر کی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر بنارس، پٹنہ، آسام اور اڑیسہ کا دورہ کیا۔ ہر جگہ ذات پات اور غلط رسم و رواج کے خلاف لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کی انتھک کوشش کی۔ راجستھان ہوتے ہوئے پنجاب لوٹے۔

(۲) دوسرا دورہ ۳۹ سال کی عمر میں دکھن کی جانب بیکانیر، اجمیر اور اُجین ہوتے ہوئے لنکا تک کیا۔ واپسی میں دوارکا کے پنڈتوں اور سندھ کے صوفیاء کرام سے تبادلہ خیال کیا۔ ملتان میں چلہ کشی کے بعد وطن واپس آئے اور ہندو مسلم ہم آہنگی و یکجہتی کے لئے کوشش کی

---

[1] موجودہ زمانہ کے سکھ محققین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ بھائی بالاجی کا وجود فرضی ہے اس لئے کہ گرو گرنتھ صاحب کی وار بھائی گرداس میں تین اشلوک بھائی مردانہ کے متعلق درج ہیں لیکن بالاجی کے نام پر کوئی اشلوک درج نہیں (۲) بھائی گرو داس جی نے مردانہ کے علاوہ اپنی واروں میں کسی تیسرے ساتھی کا ذکر نہیں کیا جو سفر بغداد میں آپ کے ساتھ ہو (۳) ایک سکھ ودوان پروفیسر سنگھ جی کی بھی یہی رائے ہے کہ بالاجی آپ کا ہمسفر کبھی بھی نہیں رہا۔ (۴) ایک مشہور مورخ کرم سنگھ جی نے اپنی کتاب "کتک کہ وساکھ" میں قوی دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ گورو بابا نانک جی کا ایک ہی ساتھی بھائی مردانہ تھا اور بھائی بالا ایک فرضی وجود ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اخبار اجیت جالندھر ۱۱ اگست ۱۹۶۸ء نیز ہفت روزہ بدر قادیان صفحہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک مشترک لنگر خانہ جاری کیا جہاں ہر ملت و مذہب والے باہم اکٹھا بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ یہ ایک اصلاحی خانقاہ تھی جس میں دس سال تک اصلاح و تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ گرو نانک جی لوگوں کو تلقین کرتے تھے کہ وہ آنحضورؐ کے بنائے ہوئے معاشرہ کو اختیار کریں تاکہ آپس کی تفریق کو خیرباد کہہ کر لوگ ایک سیسہ کی پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ اسلامی معاشرہ کے لئے اس ناچیز کی مولفہ کتاب "معلم اعظم" کا مطالعہ فرمائیں۔

(۳) آپ کا تیسرا دورہ ۴۷ سال کی عمر میں سکم، تبت اور چین کی طرف ہوا۔ اس سفر میں آپ نے مانسرور کے ان جوگیوں اور سادھوؤں سے ملاقات کی جو اپنے من کی شانتی کے متلاشی تھے اور جو گرہستی اور گرہستھ زندگی کو ترک کر کے عوام سے بالکل یکسو اور بے خبر تھے۔ انھیں آپ نے سمجھایا کہ عوام کو چھوڑ کر صرف اپنے نجات کی فکر کرنا انتہائی خود غرضی ہے۔ دنیا میں رہ کر گھر کی زندگی کو درست کرنا تاکہ عوام کی اصلاح ہو اصل دھرم ہے۔

(۴) چوتھا دورہ ۵۱ سال کی عمر میں بلاد اسلامیہ کی طرف تھا۔ بغداد اور حرمین شریفین کی زیارت کی۔ مصر اور ترکی کا دورہ کیا پھر ایران و افغانستان ہوتے ہوئے ۳ سال کے بعد ہندوستان واپس آئے اور ۱۵۷۹ سمبت بکرمی سے گرو جی کرتار پور کو اپنا مستقر بنا کر رہنے لگے۔ اسی سال آپ کے والدین کا انتقال ہوا۔

شری گورو نانک جی اور مسلمان

گرو نانک جی کے پوتر جیون کا ایک روشن پہلو جو ہمیں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ بچپن سے لے کر وفات تک مسلمانوں کے اندر رہے۔ ان سے محبت کی اور ان کی محبت کو پایا۔ چنانچہ اتہاس کے مطالعہ سے مندرجہ ذیل حقائق روز روشن کی طرح عیاں ہیں:

(۱) گرو جی نے ہندی بھی پڑھی اور سنسکرت بھی لیکن فارسی کی تعلیم سے غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے۔ مولوی قطب الدین صاحب آپ کے اخلاقی و روحانی معلم اول تھے۔ سید غلام حسین حسنی طباطبائی کی روایت کے بموجب "نانک در عہد طفلی حسنے وصباحتے با مدرک مایہ استعداد ولیاقتے

خداداد داشت وسید حسن نام درویشے صاحب حال وقال بہ نانک مذکور نظر توجہ داشتہ بہمت بر تربیت می گماشت، بفیضِ صحبت درویش حقیقت کیش فی الجملہ شعور و دانش بہم رسانیدہ و بحقائق ومعارف کہ کتب فقرائے اسلام وصوفیائے ذوی الاحترام بآں مشحون است اطلاعے حاصل نمود واز تعصب کیش آبائی خود درگذشتہ مضامین اقوال آں بزرگواراں بزبانِ پنجابی کہ داشت دربحور اشعار ہندی[1] موزوں می نمود واشعار وکلمات او فراہم آمدہ صورت کتابے گرفت ونام آں کتاب گرنت افتاد۔ بیشتر اوضاع اومشابہ اوضاع فقرائے مسلمانِ ہند بود۔"

(سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۴۰۱)

یعنی گرونانک جی اپنے بچپن میں حسین و ملیح تھے اور خداداد استعداد ولیاقت رکھتے تھے۔ سید

---

[1] تشریح دربحور اشعار ہندی موزوں می نمود:

گورونانک جی کا گرنتھ صاحب گورمکھی اور پنجابی زبان میں ہے۔ اس کے اشعار کو جن ہندی بحروں میں موزوں کیا گیا ہے اس سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے (۱) یہ کہ ہندو سماج میں ترنم کو درجہ عبادت حاصل تھا اس لئے عوام کے ذوق وشوق کو ملحوظ رکھ کر ان کی اصلاح کے لئے (۲) یہ کہ دن اور رات میں گائے جانے والے راگ اور راگنیوں کی بحروں کو منتخب کیا گیا تاکہ لوگ جس وقت بھی فارغ ہوں اس وقت میں گائے جانے والے راگوں کو گرنتھ صاحب میں پڑھ کر فیض اٹھائیں مثلاً:

گرنتھ صاحب کی ابتدا "سری[1] راگ" سے ہوتی ہے جس کے گانے کا ٹائم ۴ بجے سے ۶ بجے شام تک ہے یہی وقت "ایمن کلیان"[2] کا بھی ہے۔ اس کے بعد مختلف اوقات کے راگ کی بحریں ہیں مثلاً "باگیشوری"[3] اور "جونپوری"[4] کے گانے کا وقت ۶ تا ۸ بجے شام؛ "جیجاونتی"[5] ۸ تا ۱۰ بجے بوقت شب؛ "مالکوس"[6] ۱۰ تا ۱۲ بوقت شب؛ "کمود راگ"[7] نصف شب گذرنے کے بعد ۱۲ تا ۲ بجے؛ "درباری"[8]۔ "کانڑا"[9]۔ اور تینوں راگوں کا وقت ۲ تا ۴ بجے شب؛ "آسا"[10] اور "آساوری"[11] کے گانے کا وقت ۴ تا ۶ بجے فجر کے وقت تک؛ "بلاول"[12] ۶ تا ۸ بجے صبح؛ "بھیروں"[13] صبح کے وقت ۸ تا ۱۰ بجے؛ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

نام کے ایک صاحب حال و قال بزرگ و درویش نانک جی پر نظر خاص رکھ کر ان کی تربیت کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ اس حقیقت شناس درویشِ کامل کے فیضِ صحبت سے کچھ شعور و دانش پیدا ہو گیا اور ان حقائق و معارف پر جن سے مسلمان درویشوں اور قابل احترام صوفیوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں واقفیت حاصل ہو گئی اور اپنے آبائی متعصبانہ رویہ کو چھوڑ کر ان بزرگوں کے اقوال و مضامین پنجابی زبان میں جو ان کی مادری زبان تھی ہندی زبان کی بحروں میں اشعار

(بقیہ صفحہ گزشتہ) "ٹوڈی" راگ کا بھی یہی وقت ہے۔ "رام کلی" ۱۰۱۱تا ۱۰ "شدھ سارنگ" ۱۱ تا ۱ بجے۔ "بھیرویں" راگ کا کوئی مخصوص ٹائم نہیں ہر وقت گا سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا اٹھارہ راگوں کی مختلف راگنیاں ہیں اور ان سب کی مجموعی تعداد ۸۰ ہے۔ موسم کے لحاظ سے گرنتھ صاحب میں "بسنت" کو موسم بہار کے لئے اور "ملہار" کو موسمِ برسات کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان راگ راگنیوں کے سلسلہ میں عوام کے ذوقِ ترنم کے ساتھ ساتھ "مردانہ ربابی" کے فنِ نغمہ گوئی کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہو۔

گورو گرنتھ صاحب میں گورو انگد، گورو امرداس، اور گرو رام داس اور گرو ارجن کا کلام بھی شامل ہے گورو ہر گوبند گورو ہری رائے، اور گورو ہری کرشن یہ تینوں گرو اپنے پیشرو پانچوں گوروؤں کی بانی پر عمل کرتے رہے۔ ان کے بعد گورو تیغ بہادر نے ویراگ میں انداز پر اور گورو گوبند نے جوش پیدا کرنے کے لئے رجزیہ اشعار پر اپنے کلام کو ترتیب دیا جو "دشم گرنتھ" کہلاتا ہے۔ یہ گرنتھ صاحب میں شامل نہیں ہے۔

گرنتھ صاحب میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ یہ کلام کس گورو کا ہے "محلہ" پر نمبر ڈال کر ظاہر کیا گیا ہے مثلاً سلوک محلہ ۱ کا مطلب یہ ہے کہ یہ گورو نانک جی کی بانی ہے اسی طرح سلوک محلہ ۲ سے مراد گورو انگد کا کلام۔ وقس ہذا۔

"وار" مترادف ہے رجزیہ اشعار کے جو لڑائی کے وقت گائے جاتے ہیں "جپ جی بانی" بھی گرنتھ صاحب کا ایک جزء ہے جو مناجات کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسکو "پوڑی" یعنی قطعات میں تقسیم کر دیا ہے اور مفہوم میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے نمبروار ترتیب دیا ہے۔ اس طرح "وار" سلوک، محلہ اور پوڑی پر مشتمل ہیں۔

موزوں کرتے تھے۔ نانک جی کے کلمات اور اشعار کو اکٹھا کر کے کتابی شکل دی گئی۔ اس کتاب کا نام "گرو گرنتھ" پڑ گیا۔۔۔ ان کے بیشتر طریقے ہند کے مسلمان درویشوں کے طریقوں کے موافق تھے۔

(۲) بابا نانک جی تلونڈی میں پیدا ہوئے وہاں کا جاگیردار رائے بولار ایک بھٹی راجپوت مسلمان تھا۔ بابا صاحب کے والد محترم مہتہ کالوجی اس کے گماشتے اور زمین کے منتظم تھے۔ رائے بولار نے بچپن ہی سے آپ میں غیر معمولی باتیں دیکھکر اندازہ لگا لیا کہ یہ ہونہار بچہ ہے اس لئے وہ خود بھی آپ سے دلی محبت رکھتا تھا اور عزت کرتا تھا اور آپ کے والد ماجد کو بھی آپ کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتا تھا جیسا کہ واقعہ "سچا سودا" سے ظاہر ہے۔

(۳) گرونانک جی دور و دراز کے سفروں سے جب تلونڈی واپس آتے تو رائے بولار آپ کی ہر ممکن خدمت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ تلونڈی واپس آکر پانی کی قلت کا ذکر کیا تو رائے بولار نے فوراً "نانک سر" تالاب بنوا دیا۔ یہ تالاب بال لیلا گوردوارہ کے ساتھ ملحق اب بھی تلونڈی (موجودہ ننکانہ صاحب) میں موجود ہے۔ رائے بولار نے بہت سی زمین بھی گرو جی کی نذر کردی۔ بال لیلا گوردوارہ کو ۱۹۰ مربع گز زمین وقف کی اور ۵۰ روپیہ سالانہ کی جاگیر خرچ کے لئے دی۔ اسی طرح گوردوارہ کیارہ صاحب کو بھی بہت سی زمین دی (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو گرودھام دیدار ص۱۲۶ نیز نانک پرکاش ص۲۹۶ مصنفہ بھائی بہادر سنگھ) گویا کہ رائے بولار پہلا شخص ہے جو آپ کا از اول تا آخر معتقد رہا اور وہ مسلمان تھا۔

(۴) رائے بولار نے مہتہ کالوجی کی طبیعت کو سخت گیر دیکھکر نانک جی کو ان کی بہن نانکی جی کے ہمراہ ان کے بہنوئی جے رام داس کے پاس سلطان پور بھجوا دیا اور وہاں کے نواب دولت خاں لودھی سے سفارش کی "یہ (گرونانک جی) خدا کا پیارا ہے اس کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ نواب صاحب نے آپ کو اپنے مودی خانہ کا منتظم بنا دیا۔ اس زمانہ میں یہ نہایت اہم خدمت تھی جو صرف معتبر سے معتبر ترین شخص کے ہی سپرد کی جاتی تھی۔ دس سال کی ملازمت کے بعد "تیرا ہے تیرا" کا واقعہ رونما ہوا اور آپ نے حالت جذب میں ملازمت ترک کر دی۔ غرضیکہ نواب

دولت خاں لودھی کو بھی آپ سے بڑی محبت وعقیدت تھی اور وہ بھی ایک مسلمان تھا۔

(۵) گرونانک جی کی شادی کے موقع پر رائے بولار اور دولت خاں لودھی دونوں نے روپیہ پیسہ اور ضروری سامان سے پوری پوری مدد کی۱۹ اس سے بھی دونوں کی محبت وعقیدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۶) جب ۱۵۲۶ء میں شہنشاہ بابر نے ایمن آباد (سید پور) پر حملہ کرکے اس کو فتح کرلیا تو اس کے سپاہی نانک جی کو بھی پکڑ کر بابر کے پاس لے گئے۔ بابر آپ کے چہرۂ مبارک کو دیکھکر بہت متاثر ہوا اور آزاد کرنے کے بعد درخواست کی کہ آپ جو چاہیں مجھ سے طلب کریں؟ اس پر آپ نے جو جواب دیا اس سے آپ کی شانِ بے نیازی اور توکل علی اللہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا:

جس کا دیا ہر کوئی کھائے ایمان دیا اک خدائے
دین دُنی میں تا کو ٹوٹ بندے کی جو لیوے اوٹ
تجھ سے مانگے سو احمق فقیر کہہ نانک سُن بابر میر

(بحوالہ نانک پربودھ ص۱۶۶ ماخوذ از رسالہ بدر ۲۰ر نومبر ۱۹۶۹ء)

البتہ ایک نیک خواہش کا اظہار کیا جو بجائے اپنے مخلوق کے لئے فائدہ کی تھی یعنی یہ کہ قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے چنانچہ خواہش کی تعمیل میں قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ بادشاہ نے عدل وانصاف سے حکومت کرنے اور گدی کا احترام ملحوظ رکھنے کا وعدہ کیا۔ آپ نے بابر بادشاہ کو دعا بھی دی تھی کہ تیری سلطنت بہت دنوں تک چلے گی۔ غرضیکہ بابر بھی آپ کی بزرگی سے متاثر تھا۔

{ ملخص تاریخ گورو صاحبان ص۹۹
نیز گورومت سدھاکر ص۳۰ }

(۷) حضرت گرونانک صاحب کے سفر وحضر میں ہر وقت ساتھ رہنے والا بھی ایک مسلمان تھا، وہ آپ کے بچپن کا ساتھی مردانہ میراثی تھا۔ بھائی گورو داس جی لکھتے ہیں:

ے بابا گیا بغداد نوں باہر جائے کیا استھانہ
اک بابا اکال روپ دوجا ربابی مردانہ

(وار ۱ پوڑی ۳۵)

بھائی مردانہ کا آپ کے ہمراہ سفر ہی میں انتقال ہو گیا اور اس طرح اس نے حق رفاقت و ارادت ادا کر دیا۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے جیون ساتھی کا گور و کفن کیا۔ غرضیکہ آپ کا ہمسفر بھی آپ کا ایک معتقد مسلمان ہی تھا۔

(۸) حضرت بابا جی زندگی بھر مسلمان درویشوں اور فقیروں کے ہمنوا رہے۔ آپ کی صحبتیں جن مسلمان فقرا و علماء سے رہیں ان میں پیر جلال، میاں مٹھا، پانی پت کے شاہ شرف الدین، پیر عبدالرحمن، بابا بڈھن شاہ، تلونڈی کے سید شاہ حسن۔ ملتان کے درویش ولی قندھاری۔ بغداد کے پیر شیخ مراد۔ مدینہ کے بزرگ قاضی رکن الدین اور پاک پتن کے فرید ثانی شاہ ابراہیم نمایاں ہیں۔ آپ نے دوران سفر اجمیر شریف، ملتان اور بغداد میں چلہ کشی کی۔ ملتان میں گرو جی نے جس جگہ چلہ کشی کی وہاں بطور نشانی لفظ اللہ اپنے ہاتھ سے لکھا جو اب بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو چشمۂ معرفت ص ۳۲۵) گرو جی ایک عرصہ تک بغداد میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ ان کی چلہ کشی کی یادگار وہاں ابھی بدستور قائم ہے۔ ایک معزز خاتون راحیل شروانیہ اپنے سفرنامہ میں لکھتی ہیں:

"ہم کاظمین سے واپس ہوتے ہوئے بغداد کے ایک قبرستان میں گئے وہاں ایک چار دیواری کے اندر تین گنبد ہیں۔ ایک گنبد میں حضرت جنید بغدادی اور سری سقطی استراحت فرما ہیں۔ گنبد کے باہر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ دوسرا گنبد حضرت یوشع بن نون کا ہے اس کے قریب ہی تیسرا گنبد حضرت بہلول دانا کا ہے۔ اس میں مقبرہ کے اندر سے ایک حجرہ کا دروازہ ہے اس میں ایک عجیب چیز گرونانک کا چلہ ہے یہاں انھوں نے چار ماہ تک چلہ کشی کی۔ یادگار کے بطور یہاں ایک کتبہ موجود ہے جو شکستہ حالت میں ہے۔ بہت کوشش سے

میں نے اتنا نکالا "عبدالمجید گرو نانک ۹۱۷"

(ملاحظہ ہو سفر نامہ راحیل شروانیہ صلا۔ بابا نانک شاہ صلا از مولانا محمد احتشام الحسن مرحوم کاندھلوی)

اس کتبہ سے گرو نانک جی کے اصل نام کا پتہ چلتا ہے۔ اسلامی ممالک میں آپ اسی نام سے مشہور ومتعارف تھے، ورنہ چلّہ کشی کے بعد خانہ کعبہ تک نہ پہونچ سکتے اس لئے کہ غیر مسلم کے حرم محترم میں داخلہ پر سخت پابندی عائد ہے۔ مشہور ہے کہ مکہ مکرمہ پہونچکر گرو نانک جی کعبہ شریف کی طرف پیر پھیلاکر سو گئے اس پر وہاں کے قاضی نے آپ کو ٹوکا تو آپ نے جواب دیا "قاضی جی میرے پیر ادھر کر دیجئے جدھر اللہ کا گھر نہ ہو" نادان لوگ اس کو بے ادبی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ باباجی کے متعلق ایسا خیال خود بے ادبی ہے۔ اگر اس واقعہ کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس سے گرو جی کے استغراق اور عالمِ جذب کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بیت اللہ شریف کے دیدار سے اس قدر سرشار تھے کہ آپ کو ہر طرف بیت اللہ ہی بیت اللہ نظر آرہا تھا اور خدا کے نور کا جلوہ چاروں طرف چھایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ایسی حالت میں انسان پاسِ ادب سے بے نیاز ہوتا ہے اور شرعی گرفت ومواخذہ سے آزاد۔

مدینہ منورہ سے واپس ہوکر آپ نے اس زمانہ کے مشہور بزرگ قاضی رکن الدین صاحبؒ سے ملاقات کی اور ان سے فیض حاصل کیا۔ بغداد کے پیر شیخ مراد سے ملے تو ان کی محبت و عقیدت میں اپنے کو بھول گئے۔ فرماتے ہیں:

ع من دیا گرو آپنے، پایا نرمل ناؤں

(گرو گرنتھ رام کلی محلہ ۱)

تاریخ شاہد ہے کہ پاک پٹن شریف کے سجادہ نشین حضرت ابراہیمؒ (فرید ثانی) کے آپ مرید وخلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ اپنے مرشد شیخ فرید سے گلے مل کر بے خود ہوگئے اور بے ساختہ زبان سے نکلا ؎

آؤ دُ بھڑیں گل مِلُیں انک سہیلڑیاں	आवेहु भैहणों गल मिलहेअंगु सहेलड़ीयां
بل کے کر ہیں کہانیاں ہر تو کنت کیاں	मिलि के करहि कहाणीआं संमृथकन्त कीआं

साचे साहिब सब गुण अवगुण सब असांहि — ساچے صاحب سب گن، اوگن سب اساہ

یہ کیسا محبت انگیز پیارا نظارہ ہے کہ گرو جی بابا فرید کو "بھنیں" کہکر بغلگیر ہو رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں "آؤ بھنیں ہم سب مل کر خدا کی حمد و ثنا کے گیت گائیں اس لئے کہ تمام خوبیاں اور سب اعلیٰ صفات اس سچے خدا ہی میں ہیں۔ ہمارے اندر تو ہر قسم کی خامیاں اور نقص ہیں" گرو جی کے یہ تصورات و جذبات ہیں دراصل عبدیت کا صحیح نمونہ اور قابل تقلید۔ کاش کہ ہمارے سکھ بھائی اس پر غور کریں۔

(۹) گرو نانک جی کی وفات کے بعد آپ کی جو یادگاریں اب تک محفوظ ہیں ان میں دو قابل ذکر ہیں اول قرآن مجید کا وہ نسخہ جو حرمین شریفین کے مبارک سفر میں آپ کے ہمراہ تھا اور اب وہ گورو ہر سہائے فیروز پور کے گوردوارہ میں بجنسہٖ محفوظ ہے۔ اس کے متعلق آپ نے فرمایا ہے:

ے کل پردھان کتیب قرآن پوتھی پنڈت پڑھیں پُران

(گرو گرنتھ محلہ ۱)

یعنی اس کلجگ میں خاص طور پر کام آنے والی کتاب تو صرف قرآن ہے۔ پنڈت پوتھی پُران بیکار پڑھ رہے ہیں۔

دوسری یادگار آپ کا وہ چولہ (یعنی چوغہ یا خرقۂ خلافت) ہے جو بغداد کے سفر میں آپ کو ملا۔ اس پر آیات قرآنی اور متبرک کلمات جابجا مرقوم ہیں۔ یہ چولہ بھی اپنی اصلی حالت میں محفوظ و موجود ہے۔ نقل ملاحظہ ہو۔ ڈیرہ بابا نانک میں کابلی مل کی اولاد (بیدی خاندان والے) اس کے محافظ و نگران ہیں۔ اس کے عزت و احترام کا اندازہ اُس میلہ کو دیکھنے سے ہو سکتا ہے جو ۲۱، ۲۲، ۲۳ پھاگن کی تاریخوں میں چولہ صاحب کے نام سے ضلع گورداس پور کے ڈیرہ بابا نانک نامی مقام پر لگتا ہے جہاں لاکھوں معتقدین جمع ہو کر ارادت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ اسی چولہ کو زیب تن کر کے حق و صداقت کے اظہار اور حق کی تبلیغ کی خاطر شری گرو نانک جی نے

باباگرونانک کا چولہ

(خرقۂ خلافت)

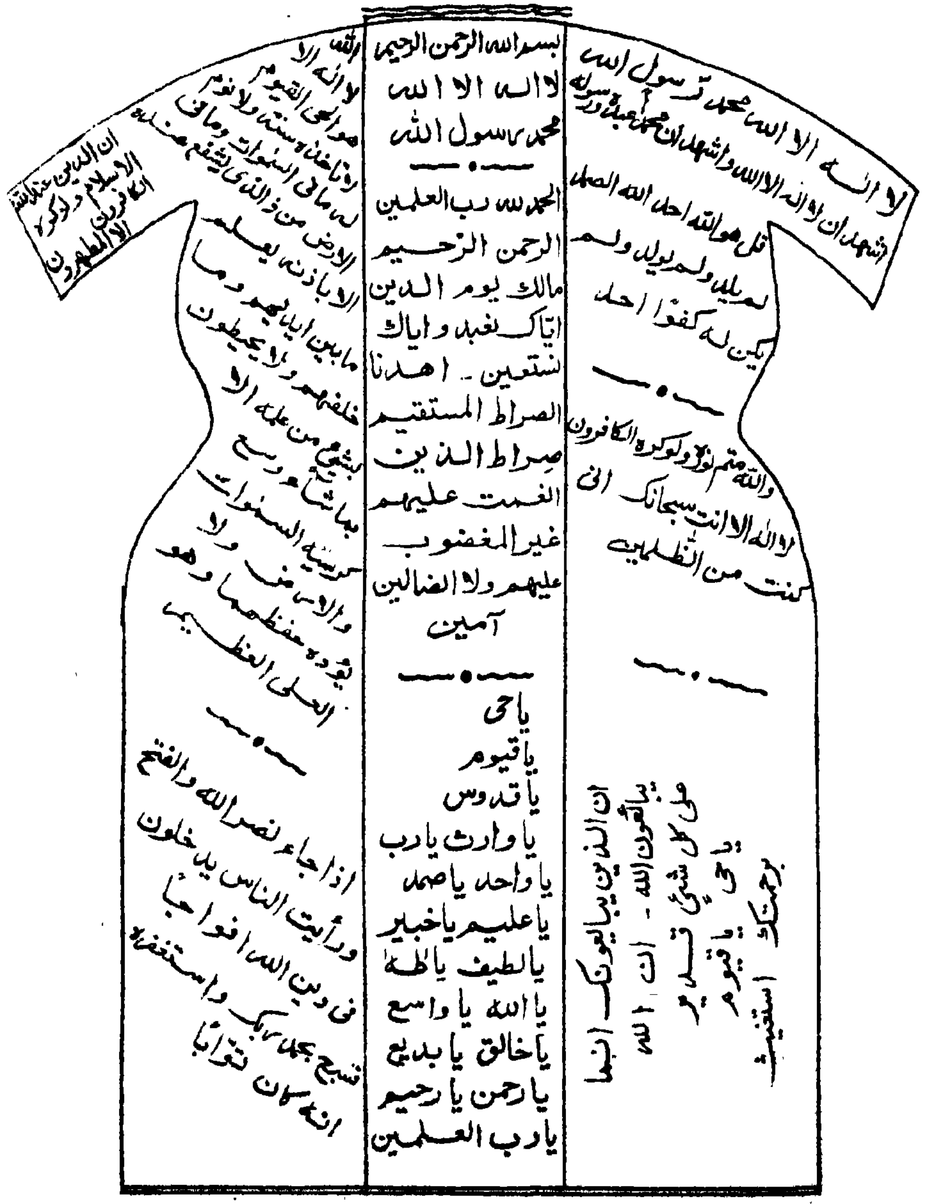

ماخوذ از سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یعنی جگت گرو ص ۳۶

سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور لوگوں کو بتایا کہ :

ع دھات ملے پھن دھات کو لیو لیے کو دھاوے

یعنی محبت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ محبت کسی کی خوبیوں کو دیکھ کر اور اپنا کر پیدا ہوتی ہے اس لئے فرمایا :

ع ساجھ کریجے گُرھیں کیری چھوڑ اوگن چلئے

(سوہی محلہ ۱)

یعنی تمہیں چاہیئے کہ دوسروں کی اچھی صفات کو اپناؤ اور ان کی برائیوں کی طرف نظر نہ ڈالو۔ لفظ اسلام اور مسلم کی درحقیقت یہ نہایت جامع تعریف ہے۔ سچے مسلمان کی یہ امتیازی شان ہے کہ وہ اوروں کے بخلاف تمام مذاہب کے بزرگوں، مقدس کتابوں اور استھانوں کی عزت کرتا ہے اور ان کا احترام ملحوظ رکھتا ہے اور یہ باہمی اتحاد و اتفاق کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے سکھ بھائیوں کو بھی گرونانک جی کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیئے۔ اتحاد و اتفاق کی اہمیت کو بابا نانک جی نے کتنے پیارے الفاظ میں ادا فرمایا ہے :

ع سبے (سیوا) کی مہان برن نہ ساکوں نانک پرے پریلا

(گوجری محلہ ۱)

یعنی مخلوق کی خدمت از راہ محبت اتنی بلند و اہم چیز ہے کہ میں اس کی تعریف (مہا) بیان نہیں کر سکتا۔ غرضیکہ شری گورو نانک جی نے خلوص و محبت اور باہمی اتحاد و اتفاق نیز خالص خدا پرستی کا لوگوں کو سبق دیا اور اسلامی تعلیمات کو حسن تدبیر کے ساتھ لوگوں تک پہونچایا۔

گرو نانک جی اور ان کی تعلیم کے بنیادی اصول

یہ بتایا جا چکا ہے کہ مولوی قطب الدین صاحب کی اخلاقی و روحانی تعلیم سے گرو جی نے اثر لیا اور حضرت سید شاہ حسن صاحب رح کی صحبت اور نظر کرم نے ان کی دنیا بدل دی۔ آپ نے محبت الٰہی کے حصول کے لئے تن۔ من۔ دھن۔ عزت و راحت اور ہر قسم کی آسائشوں کو قربان کر دیا۔ نانک جی کا ظہور ایسے

وقت میں ہوا کہ جب ہندوؤں کی روحانی حیات بالکل بے حس وحرکت ہو چکی تھی بلکہ اس ملک میں مسلمانوں میں سے بہت سے لوگ صرف نام ہی کے مسلمان تھے۔ ظاہر پرستی اور باپ دادا کے غلط رسم ورواج میں مبتلا تھے۔ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیائے انسانیت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دور جاہلیت کے سماج کے خلاف کہ جو رنگ ونسل، وطن پرستی اور فرقہ بندی وغیرہ کی لعنت میں گرفتار تھا تلقین کی اور اس سلسلے میں طرح طرح کے مصائب جھیلے۔ جہلا کی زبان سے برا بھلا سنا۔ کسی نے نعوذ باللہ من ذالک دیوانہ ومجنوں بتایا اور کسی نے جادوگر کا خطاب دیا لیکن آپ نے اپنا کام جاری رکھا۔ خالص توحید پرستی کا درس دے کر سماج کی اصلاح کی اور اس طرح معاشرہ کی پراگندگی وانتشار کو دور کر کے کلمہ گو انسانوں کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا۔ آپ کے بعد واجب الاحترام صوفیائے کرام نے آپؐ کے کام کو جاری رکھا۔ شری گورو نانک جی کا شمار بھی انھیں پاکباز بزرگوں میں ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کے سچے شیدائی وعاشق تھے اور جن کے عشق الٰہی کے جلووں کی تاب نہ لاکر ناسمجھ اور مورکھ انسانوں نے ہمیشہ طرح طرح کے نام رکھے ہیں۔ نانک جی کو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے کام کی خاطر سب کچھ سننا پڑا۔ اس کا اندازہ آپ کی پوتر بانی سے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

؎ کوئی آکھے بھوتنا کوئی کہے بے تالا
کوئی آکھے آدمی نانک وچارا
بھیا دیوانہ شاہ کا نانک بورانا

(سری گورو گرنتھ صاحب)

یعنی یہ (ناسمجھ لوگ) مجھے پاگل اور بھوت پریتوں کے گروہ میں شامل کر رہے ہیں لیکن چونکہ حقیقت سے وہ ناآشنا ہیں اور انھیں اس کی خبر نہیں کہ میں اپنے مولیٰ حقیقی کا دیوانہ ہوں۔ اس دیوانہ پن کو ایک دنیادار انسان کیا سمجھے۔" گرو نانک جی اپنے زمانہ کی حالت بیان کرتے ہیں کہ:

مایا موہ سکل جگ چھایا کامن دیکھ کام لوبھایا
ست گنجن ہیتوں ہیت دکھایا سب کچھ اپنا اک رام پرایا

(پربھاتی محلہ ۱ ص ۱۳۴۳)

یعنی مایا کا موہ پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ دنیا کی ہر چیز پر جان دیتے ہیں اور اسے اپنی ملکیت تصور کرتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی چیز پرائی ہے تو وہ ہے رام رحیم" ظاہر ہے کہ شری گورو جی کے ظہور کے وقت محبت الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی جگہ جھوٹ، دغا بازی، حیلہ و حجت، نفرت اور تعصب کی گرم بازاری تھی۔ مذہب اور اس کی قدریں برائے نام رہ گئی تھیں اور جیسے اماوس کی رات میں چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا جاتا ہے ٹھیک اسی طرح انسانی قلوب پر مکر و فریب کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آپ نے اس مایوس کن دور کا نقشہ ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

کل کاتی راجے قاصائی ، دھرم پنکھ کر اُڈریا
کوڑھ اماوس سچ چندرما، دیسیہہ ناہیں کہیں چڑھیا

(بحوالہ بدر ص ۱۹ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۶۹ء)

یعنی ضلالت و گمراہی کے ان گھٹا ٹوپ بادلوں کے باعث انسان کا دل حیران و پریشان تھا اور اس کو صراط مستقیم نہیں مل رہا تھا۔ ایسے بھیانک دور میں گرو جی مہاراج نے جنم لیا اور مادی دنیا اور اس کے عیش و عشرت کو ٹھکرا کر آپ نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے کو محو کر کے ذکر الٰہی کی شمع کو روشن کیا اور خدائے بزرگ و برتر کی محبت کے زندگی بخش نور سے دور مخلوق کو دوبارہ جلا بخشی۔ یہ آپ کے زندگی بخش پیغام ہی کا نتیجہ ہے کہ آج پنجاب کی سرزمین "جو بولے سو نہال، ست سری اکال" کے فلک شگاف نعروں سے گونج رہی ہے۔ آئیے اب ان کی تعلیم کے بنیادی اصولوں پر غور کریں۔

انھوں نے ایک نازک دور میں پیدا ہو کر لوگوں کو ان کے خالق و مالک کی طرف دعوت دی اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے تین بنیادی اصول بیان کئے جنھیں آپ نے نام، دان اور

اشنان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ے نام، دآن، اشنان نہ من مکھ
تت تن دھور دُھمائی

(سورٹھ محلہ ۱ صـ۵۹۶)

یعنی اِس مادّہ پرست لالچی انسان کے پاس نہ نام (ذکر الہٰی) ہے نہ دآن (حق العباد۔۔۔ اور بانٹ کر کھانا) اور نہ اشنان یعنی پاکیزہ جسم وجان۔ اس کے تن پر دھول اُڑ اُڑ کر پڑ رہی ہے۔

یہاں نام سے مراد حقوق اللہ، دآن مترادف حقوق العباد، اور اشنان یعنی جان و تن کے حقوق اور پھر ان سب کی اس طرح تشریح کی ہے:

(۱) نام (حقوق اللہ) : "اے انسان! نام یعنی حقوق اللہ کو سمجھ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے حقوق کو ادا کرنا نسلِ انسانی کا اوّلین فرض ہے۔ جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے وہ اپنے لئے نجات کا راستہ بند کرنے والے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے انکار کے نتیجہ میں ان کے پاس حِلّت و حرمت یا اخلاق کا کوئی معیار باقی نہیں رہے گا کہ جس سے کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دیا جاسکے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے ذریعہ ہمیں حلال و حرام میں امتیاز کرنا بتایا ہے اس لئے اس کے بتائے ہوئے راستہ کو ترک کر دینے سے انسان کی زندگی حیوانوں کی مانند ہو جائے گی اور وہ شتر بے مہار ہو جائیں گے۔ اسی بات کو پیش نظر گرو گرنتھ صاحب میں کہا گیا ہے:

ے دین بسارِیُو رے دیوانے دین بسارِیُو رے
پیٹ بھرِیُو پشو آجیون سوئیو مانکھ جنم ہی ہاریُو رے

(مارو کبیر صـ۱۱۰۵)

دوسری جگہ فرمایا "شریعت (دین پر چلنا) سرپوش ہے سبھناں باتاں کا۔ شریعت کا کہا کریئے۔ چھوڑ دیئے ناہیں۔ شریعت قدرت کو پہونچتی ہے۔ شریعت چھوڑی قدرت کو ناہی پہونچتا۔

پار تر پڑے جو شریعت اوپر صدق رکھے۔" (ملاحظہ ہو جنم ساکھی شری گورونانک جی ص۲۳ مؤلفہ سودھی میرباں؛ بدرص۶ ، ۲ نومبر ۱۹۶۹ء)

گورونانک جی نے نسل انسانی پر اللہ تعالیٰ کا دوسرا حق اس کا ذکر کرنا بیان کیا ہے۔ ان کا ارشاد ہے کہ:

؎ کھانا، پینا، ہنسنا باد جب لگ دِہ نہ آوے یاد

(آسا محلہ ا ص۳۵۱)

یعنی کھانا پینا اور ہنسنا سب بیکار ہے جب تک انسان صدق دل سے اپنے رب کو یاد نہیں کرتا اس لئے گرنتھ صاحب میں بار بار تلقین کی گئی ہے کہ:

کر بندے تو بندگی جب لگ گھٹ میں ساہ (سانس)

(تلنگ محلہ ۵ ص۷۲۴)

ساتھ ہی ساتھ یہ بھی چیتاونی دی کہ اگر سب لوگ مل کر اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کچھ اضافہ ہو جائے گا یا اگر اس کے ذکر سے روگرداں ہو جائیں تو نعوذ باللہ اس کی شان میں کچھ کمی ہو جائے گی۔ ذکر الٰہی تو خود لوگوں کے لئے زندگی بخش جام ہے جس سے ابدی زندگی وابستہ ہے چنانچہ گرو جی فرماتے ہیں:

؎ جے سب مل کے آکھن پاہیں وڈا نہ ہووے گھاٹ نہ جاہیں

(آسا محلہ ا ص۹ ، ص۳۴۹)

حقیقت در اصل یہ ہے کہ گرونانک جی کو دنیا کے تمام وہ انسان جن کے دل سوزشِ عشقِ الٰہی سے خالی تھے اور جو دنیا کی مادی عیاشیوں میں مبتلا ہو کر اپنے پالن ہار ربّ کریم کو بھول گئے تھے وہ دکھوں کی بھٹیوں میں جلتے نظر آ رہے تھے۔ فرماتے ہیں:

؎ نانک دکھیا سب سنسار منّ ناؤں سوئی جنتر جائے

(گرو گرنتھ صاحب)

اور یہ واقعہ ہے کہ حقیقی سکھ اور قلب کا اطمینان تو صرف اللہ کی محبت اور اس کے ذکر ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کو یوں آشکار کیا ہے "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" یعنی قلوب کے اطمینان کا ذریعہ تو حقیقتاً ذکر الٰہی ہی ہے۔

غرضیکہ گرو جی مہاراج نے اللہ اور اس کے رسول کی محبت سے سرشار ہو کر اس حقیقت کو پالیا تھا کہ انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے اللہ تعالیٰ کا صرف ایک ناچیز بندہ ہے۔ اس کی زندگی کا واحد مقصد مولیٰ کریم کی طاعت و عبادت ہے اور بس۔ گرو جی کی یہ تعلیم قرآن کریم میں فرمانِ ربی وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کی تعمیل ہے یعنی میں نے جن و انس کو پیدا کیا ہے صرف اپنی عبادت کے لئے لہٰذا اس کے احکام پر بے چون وچرا عمل کرنا ہی انسان کا مقصد حیات ہے۔ ایک مقام پر گرو جی فرماتے ہیں: "بندہ جو ہویا ہے سو بندگی کے واسطے ہویا ہے۔ جو بندہ ہوئے کے بندگی نہیں کردا..... سو حیواں دی نیائیں ہے۔" (جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص۵۰۲)

یعنی بندہ تو صرف بندگی کے واسطے پیدا ہوا ہے جو انسان محبت الٰہی اور اس کے ذکر و اذکار سے تہی دامن ہے وہ انسان انسان کہلانے ہی کا مستحق نہیں بلکہ وہ جانوروں کی مانند ہے۔ دوسری جگہ گرونانک جی نے اس کی مزید وضاحت فرمائی۔ ارشاد ہے:

ے چِٹے جن کے کپڑے   مَیلے چت کٹھور جیو
تِن مکھ نام نہ اُو پجے   دُوجے وِیاپے چور جیو
مُول نہ بوجھے آپنا   سے پشوا سے ڈھور جیو

(سوہی محلہ ۱)

یعنی جو انسان کپڑے تو سفید پہنتا ہے لیکن اس کا دل گندہ اور پتھر کی طرح سخت ہے اور وہ کبھی بھی اپنے معبود حقیقی کا ذکر نہیں کرتا اور شرک وغیرہ میں پھنس کر زندگی گذارتا ہے اور اپنے وجود کو پہچاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ خدا نے اسے کیوں پیدا کیا اور اس کی پیدائش کے اغراض کیا ہیں؟ ایسا انسان جانوروں اور پشوؤں کی طرح ہے ان میں اور انسان میں کچھ بھی فرق نہیں۔ اس کے بعد ایک جگہ خدا

کو پانے اور راضی کرنے کا کھلے الفاظ میں یہ طریقہ بتلایا ہے:

سُن من بھورے باوَرے گورو کے چرنی لاگ
ہرِ جپ نام دِھائیے توں، یم ڈر پے دُکھ بھاگ

(ست بچن ص ۹۸ بحوالہ بدر ص۱۵ نومبر ۱۹۶۹ء)

یعنی اے نادان دل! مرشد کے قدم پکڑ لے اس کی اتباع کر۔ ہری (اللہ) کا نام جپ تو ملک الموت ڈر کر بھاگ جائے گا اور دُکھ بھی دور رہے گا۔ گروجی کے نزدیک حقیقی مرشد کون ہے کہ جس کے چرنوں پر لگنے سے کام بنتا ہے اس کا ذکر اگلے سطور میں ملاحظہ فرمائیں:

اب ذرا اس معبودِ حقیقی کے سچے عاشق سری گورو نانک جی کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی چند صفات بھی سنتے چلیئے۔ اس کی قدرت کاملہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ندیاں وِچ ٹِبّے دکھالے، تھلی کرے اَس گاؤ
کیڑا تھاپ دے پاتشاہی لشکر کرے سُواہ

(وار ماجھ محلہ ۱ ص۱۴۴)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ کے ماتحت ندیوں کو ٹبوں (ٹیلوں) کی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے اور تھلوں (خشک زمینوں) اور ریگزاروں کو گہرے پانیوں میں بدل سکتا ہے۔ معمولی انسانوں کو بادشاہی بخش سکتا ہے اور بڑے بڑے لشکروں کو لمحہ بھر کے اندر نیست و نابود کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس طرح گروجی نے اپنے الفاظ میں مخلوق کے سامنے قرآن حکیم میں پارہ ۳ کی سورہ آل عمران کے رکوع ۳ کی ہوبہو تفسیر بیان کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو قل اللھم مالک الملک سے لے کر انک علی کل شیئ قدیر تک۔ آیۃ کا مطلب یہ ہے کہ "اے میرے پیارے حبیبؐ! لوگوں میں میری قدرت کاملہ کا اعلان کر دو کہ تمام سلطنتوں کی حقیقی مالک و وارث تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے وہ جسے چاہتا ہے سلطنت کے انعام سے نوازتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس انعام کو چھین لیتا ہے۔ اس طرح جسے چاہتا ہے عزت کا تاج پہناتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلتوں کے گڈھے میں دھکیل دیتا ہے۔ تمام بھلائیوں کا وہی سرچشمہ ہے

اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔"

دوسری جگہ باباجی نے اللہ کے رب العالمین ہونے کی صفت کو اپنی پوتر بانی کے ذریعہ بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے:

ے گوراں اِک دیہہ بجھائی
سبھناں جیاں کا اکو داتا
سُو میں وِسر نہ جائی

(سری گرو گرنتھ صاحب)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت صرف ایک قوم اور ایک ملک کے ساتھ وابستہ نہیں ہے بلکہ وہ تو ساری سنسار کے جیوؤں کا جیون داتا ہے (اس کی ربوبیت کی صفت تمام جہانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ اسی کی حمد کے ترانے گائیں)۔ اے نانک کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی یاد میرے دل سے نکل جائے۔

قرآن حکیم کی سورۂ مریم (پارہ ۱۶، رکوع ۳) میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو لفظ کُن سے تخلیق کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کن فیکون کو پرکرتی اور مادہ کی ضرورت نہیں وہ جب تخلیق چاہتا ہے تو اس کا صرف کُن (ہوجا) کہنا ہی کافی ہے۔ اس حقیقت کو نانک جی نے یہ کہہ کر واضح کیا:

ے کیتا پساؤ ایکو کواؤ تِس تے ہوئے لکھ دریاؤ

(جپ جی بانی صد ۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام تخلیق "ایک کواؤ" یعنی کُن کہنے سے کی ہے جس کے بعد اس تخلیق کا لاکھوں دریاؤں کی شکل میں پھیلاؤ ہوا۔ اس طرح تخلیق کے لئے نہ وہ مادہ کا محتاج ہے اور نہ پراکرتی کا۔

(باقی آئندہ)